ایمان اور عمل صالح

ڈاکٹر سید رضا حسین رمزؔ، سفینہ کامپلیکس، نیپئر روڈ، لکھنؤ

ایک مومن کی منزل اور حقیقی وطن جنت ہے اور عالم فانی کا امتحان اور سفر ختم کر کے اسی منزل پر پہنچنا ہے اور اسی گھر میں داخل ہونا ہے جو لافانی ہے۔ اس سفر میں جو راستہ اختیار کرنا ہے وہ صراطِ مستقیم ہے۔ یوں تو اور بھی بہت سے راستے ہیں مگر وہ انسان کو اس کی منزل مقصود سے کہیں دور لے جاتے ہیں۔ ہر سفر کے لئے سامان سفر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سفر کے لئے دو سامانوں کی ضرورت ہے۔ وہ ہیں:

ایمان اور **عمل صالح** جو انسان ان دو زیوروں سے مزین ہے صراطِ مستقیم پر چل کر آسانی سے اپنی منزل مقصود یعنی جنت میں داخل ہو کر رہے گا۔ اللہ کا بندے سے وعدہ ہے۔ انسان کی شخصیت کے نکھار کے لئے اسلام نے جو اصول معین کئے ہیں ان میں ایمان اور عمل صالح کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

اب سوال اٹھتا ہے کہ وہ کون سے اعمال ہیں جنھیں عمل صالح کہا جائے۔ ایک لمبی فہرست دماغ میں آتی رہی اب اس بحر بیکراں کو کیسے کوزہ میں بند کیا جائے۔ کوئی کام جو کرنے والے کی نگاہ میں اچھا معلوم ہو، جس سے زرہ برابر بھی انسانیت کو فائدہ پہنچے اور خدا اور رسول کو بھی پسند ہو وہ عمل صالح ہے۔

کوئی ضروری نہیں ہے کہ ایک بڑا مدرسہ یا ایک بڑا اسپتال قائم کر دیا جائے تو اللہ کی نگاہ میں عمل صالح ہوگا۔ ایک ادنیٰ سا کام بھی عمل صالح ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص راستہ سے گذر رہا ہے، ایک روڑا سڑک پر پڑا ہوا دیکھا اور اس کو راستہ سے ہٹا دیا، دیکھنے میں اس عمل کی کوئی اہمیت نہیں ہے مگر ممکن ہے اس ادنیٰ سے کام سے کسی انسان کی جان بچ جائے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی چلنے والے کا پیر اس روڑے پر پڑ جائے اور وہ پھسل کر گر جائے اور اس کے سر میں سخت چوٹ آجائے اور دماغ کے اندر کی رگ پھٹ جائے جس کی وجہ سے یا تو وہ مر جائے یا عمر بھر معذور رہے۔

کوئی بھی عمل جس سے تھوڑا سا بھی انسانی نیکی کا اثر جھلک رہا ہو وہ عمل صالح میں شمار ہوسکتا ہے۔ عمل صالح کا مزاج ایک آئینہ کی طرح ہے۔ ایک آئینہ پر جب روشنی ڈالی جاتی ہے تب آئینہ سے روشنی واپس (Reflect) ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ کوئی نیکی کرتا ہے تو ویسی ہی نیکی اس کو ملتی ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ اس سے بہتر ملے، جیسے اگر آئینہ کا شیشہ بہت صاف وشفاف ہو تو وواپس ہونے والی روشنی جانے والی روشنی سے زیادہ تیز ہوگی۔

اردو زبان میں ایک محاورہ ہے: ''پہلے گھر میں چراغ، تب مسجد میں'' اسی طرح انگریزی زبان میں بھی ایک محاورہ ہے Charity begins at home۔ عمل صالح یعنی نیک کام

یا نیکی انسان کو سب سے پہلے اپنی ذات سے کرنی چاہئے۔ انسان کے لئے بڑی نعمت اچھی صحت ہے۔ صحت دماغی اور صحت جسمانی۔ انسان کو اللہ نے جو سب سے بڑی نعمت عطا کی ہے وہ دماغی اور جسمانی صحت ہے۔

تنگ دستی اگر نہ ہو غالب
تندرستی ہزار نعمت ہے

انسان کا سب سے پہلا، اچھا اور نیک کام اس کو اپنی دماغی اور جسمانی صحت کو بہتر سے بہتر حالت میں رکھنا چاہے۔ مثال کے طور پر دماغی اور نفسیاتی صحت کے لئے اچھے خیالات، اچھی تعلیم جسے اچھی کتابوں کو پڑھنے سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ایک مومن کے لئے سب سے عمدہ کتاب کلام پاک ہے، اس کو پڑھنا، سمجھنا، غور وفکر کرنا اور عمل کرنا جسمانی صحت کے لئے صحیح غذا، اپنے پسند کا کام جس کو اسلام نے منع نہ کیا ہو اور وقت پر آرام۔

اگر ایک مومن قرآن حکیم کے بتائے ہوئے نسخے پر عمل کرتا رہا تو یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہر طرح کے دماغی اور جسمانی امراض سے محفوظ رہے گا۔ جب ایک انسان خود ہر طرح سے تندرست ہے تب ہی وہ عمل صالح انجام دے پائے گا۔ ساری نیکیاں اور بھلائیاں چاہے چھوٹی سے چھوٹی ہوں وہ عمل صالح ہیں جیسا کہ پہلے ایک روڑے کو سڑک سے ہٹا دینے کی مثال دی گئی ہے۔

اسلامی تعلیم میں عملِ صالح پر بہت زور دیا گیا ہے۔ قرآن اور رسول ﷺ نے برابر مسلمانوں کو احسان اور نیکی کرنے کی تعلیم دی ہے۔ انسان کے فعل سے اس کے بارے میں پتہ چلتا ہے، اگر وہ عمل صالح انجام دیتا ہے تو اس کا نیکوکار میں شمار ہوتا ہے۔ عمل صالح جو انجام دیتا ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس کام کو انجام دینے والا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ زبان کا عمل صالح یہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے برے الفاظ نہ نکالے اور جو بھی بات ہو حق، انصاف اور راستی کے مطابق کرے، اعضاء وجوارح کا عمل صالح یہ ہے کہ انسان کی پوری زندگی اللہ کی اطاعت اور بندگی میں اور اس کے احکام وقوانین کی پابندی میں بسر ہو۔

اب آئیں ذرا ایمان کی تشریح کی جائے:

ایمان کے لغوی معنی ہیں تصدیق، اعتقاد اور یقین۔

فقہائے مسلمین کی اصطلاح میں ایمان کا مطلب ہے اسلامی عقائد کی صحت پر یقین، ان کا زبان سے اقرار اور اس اقرار کے مطابق عمل۔ اسلام کی تعلیمات کی پوری عمارت ایمان کی بنیاد پر قائم ہے۔ ایمان اللہ کی ہستی کا اعتراف اور حقائق کی تصدیق ہے کہ اسی ایک اور یکتائے ازلی وابدی وجود حقیقی سے کائنات اور اس کی ساری اشیاء وجود میں آئیں۔

ایمان کی پہلی شرط ہے

''ایمان بالغیب'' غیب سے مراد وہ حقیقتیں ہیں جو انسان کے حواس سے پوشیدہ ہیں اور کبھی براہ راست عام انسانوں کے تجربے اور مشاہدہ میں نہیں آسکتیں۔ مثلا خدا کی ذات وصفات، ملائکہ، وحی، جنت اور دوزخ۔ ان حقیقتوں کو بغیر دیکھے ماننا اور اس اعتقاد پر ماننا کہ اللہ کا نبی ﷺ ان کی خبر دے رہا ہے۔ ایمان بالغیب ہے۔

ایمان کی دوسری شرط

اللہ کے رسول ﷺ کو اس حیثیت سے ماننا کہ وہ اللہ کا مامور کیا ہوا ہادی اور راہنما ہے اور جس چیز کی تعلیم اس نے دی ہے

(بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صفحہ ۱۴ر پر)

حسینؑ کربلا کے پرہول میدان میں پکار رہے تھے ''اما من ناصر ینصرنا'' لیکن اس کا حقیقی مطلب صرف یہی تھا کہ اگر دنیا میں کوئی انسان نما حیوان دراصل انسان بننا چاہتا ہو تو میری طرف آجائے تاکہ انسان کامل بن کے دنیا میں رہے اور حسینؑ کی یہ آواز اب بھی دنیا سے نصرت و مدد طلب کرکے انسانیت کی دعوت دے رہی ہے اور حق یہ ہے کہ آج بھی انسان صرف وہی ہیں جن کے قدم حسینی راستوں سے الگ نہ ہوں۔

یہ یقینی ہے کہ تذکرہ حسینی کے انسانیت آموز افادی پہلو کو ترک کرکے صرف گریہ و بکا پر اکتفا کرنا غلطی ہے مگر مظلومیت کی داستان سن کر نہ رونا بھی کوئی اچھا راستہ نہیں ہے۔ ائمہ معصومینؑ کا حکم ہے گریہ کرو اور زائد سے زائد گریہ کرو۔ جس کے افادی پہلو بہت زائد ہیں۔ مگر اس مقام پر میں صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ جو نافہم کہہ بیٹھتے ہیں کہ رونا رلانا سینہ زنی کرنا عورتوں کا کام ہے۔ مرد کے ہاتھ میں تلوار اور دل میں فداکاری کے جذبات ہونا چاہئے ہیں میں بھی کہتا ہوں کہ رونا بے شک عورتوں کا کام ہے۔ مردوں کو زیب نہیں دیتا۔ مگر نہ ہر رونا بلکہ صرف وہ جو اپنے درد پر ہو، اپنی چوٹ پر ہو جیسے لکڑی کی چوٹ کھا کے چیخ اُٹھنا، تلوار کا زخم کھا کے رو دینا نامردی ہے اور ضرور نامردی ہے۔ مگر دوسرے کے درد دُکھ مصائب دیکھ کے یا سن کے رو دینا عین انسانیت ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو انسان انسان نہیں ہمارے سامنے کسی بچہ کو تکلیف پہنچائی جائے اور ہم دیکھ دیکھ کے مسکرائیں تو بہیمیت ہے، حیوانیت ہے اور اگر آنسو نکل آئیں تو عین انسانیت ہے۔ تکالیف شرعی کی تعیین تو اپنے محل ہی پر ہو سکتی ہے مگر اس وقت تو میں صرف اتنا ہی کہتا ہوں کہ شیعوں نے ہاتھوں سے، زنجیروں سے، تلواروں سے ماتم کرکے دکھا دیا کہ جرأت وہمت اور برداشت کی قوت کس قدر ہے مگر اسی کے ساتھ ذکر مصائب سن کے گریہ و بکا سے یہ ثابت کردیا کہ انسانوں سے ہمدردی دوسروں کی مصیبت میں دل کا تاثر بلکہ انسانیت کے حقیقی جذبات کس قدر ہیں۔

بعینہ یہی چیز تھی جو کربلا کے خونی آئینہ میں حسینؑ ابن علیؑ نے گریہ اور مسکراہٹ غم اور مسرت، رونے اور ہنسنے کے مختلف نقشوں میں پیش کی تھی۔ جب اہلبیتؑ کی مصیبت، دوستوں کا غم، بچوں کا مرنا، عزیزوں کے گہرے اور دلدوز زخم دیکھے تو رو دیئے مگر جب اپنی نوبت آئی تو نیزوں، تیروں، تلواروں، پتھروں کے سیکڑوں زخم پڑنے کے بعد بھی مسکراتے رہے۔

وہ تھی عین انسانیت اور یہ تھی عین شجاعت و مردانگی۔



(بقیہ............ایمان اور عمل صالح)

وہ اللہ کی طرف سے برحق ہے اور واجب التسلیم ہے۔

سارے انبیاء پر ایمان لانے کے بارے میں یہ بات بہت اہم ہے کہ تمام رسولوں کو اس طرح تسلیم کیا جائے کہ ان کے درمیان کسی قسم کا فرق نہ کیا جائے۔ ان سب کو یکساں احترام کے ساتھ مانا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی کو مانا جائے اور کسی کو نہ مانا جائے۔ ایمان کا تقاضہ ہے کہ اس کو اس حیثیت سے مانا جائے کہ انسان کی موجودہ زندگی پہلی اور آخری زندگی نہیں ہے بلکہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا ہے اور خدا کے حضور میں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے جو اس نے اس دنیاوی زندگی میں انجام دیئے ہیں۔ 